السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ہمارے علاقہ یا شاید پورے ملک میں ایک فتنہ یا مسئلہ کھڑا کیا گیا ہے کہ "لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" جسے ہم کلمہ طیبہ کا نام دیتے ہیں اس کا قرآن وحدیث سے کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ لوگ علماء سے رجوع کرتے ہیں لیکن اطمینان نہیں ہوتا۔ افضل الذکر لاالہ الااللہ کا ثبوت ہے لیکن محمد رسول اللہ سمیت پورے کلمے کا ثبوت نہیں ملتا۔ اسلام قبول کرتے وقت یہ کلمہ پڑھنا چاہیئے یا کلمہ شہادت پڑھنا چاہیئے اگر کلمہ شہادت پڑھنا چاہیئے تو کیا یہ کلمہ پڑھنے والا مسلمان ہو جائے گا؟ وہ لوگ گرامر کے اعتبار سے بھی اس کلمہ کو درست قرار نہیں دیتے۔ کہ ایک ہی جملہ بنتا ہے۔ لفظ اللہ کو مبدل منہ اور محمد رسول اللہ کو بدل بناتے ہیں کہ ایک ہی چیز ہوگئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کلمہ کی وجہ سے الٰہ ثابت ہوگئے۔ براہ کرم مجلہ میں اس بات کی خوب وضاحت کریں کیونکہ یہ بھی توحید ہی کی ایک بات ہے، عقیدے سے اس کا تعلق ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ اس مضمون کے بیک وقت میں نے دو خط لکھے ہیں، ایک ماہنامہ محدث لاہور کو لکھا ہے، ہوسکتا ہے ان کے مضامین پہلے سے مرتب کر دیے گئے ہوں، اگر وہ بھی اس مسئلہ پر تحقیق کر کے لکھتے ہیں تو اگر یہ مسئلہ دو رسالوں میں آ جائے گا تو میرے خیال میں کوئی حرج نہیں جیسا آپ مناسب سمجھیں کیونکہ اس مسئلے کا فتنہ پھیلا ہوا ہے، اس لیے اس کا جواب جلد از جلد ضروری ہے۔

الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اسلام کی بنیاد توحید ورسالت پر ہے۔ اسلام میں داخل ہونے کے لیے جس طرح توحید کا اقرار ضروری ہے اسی طرح رسالت کا اقرار بھی لازمی ہے۔ توحید ورسالت کا اقرار "لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" میں جمع ہے۔ اقرار کی نیت سے "لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" پڑھنے والا مسلمان ہو جاتا ہے۔

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ اس آدمی کو جہنم پر حرام کر دے گا جو اس بات کی شہادت دے کہ "لاالہ الااللہ" اور یہ کہ محمد رسول اللہ" (مسند احمد 318/5، مسند ابی عوانۃ 16/1)

اسی طرح بخاری (ح: 1369) اور تلخیص الحبیر از ابن حجر عسقلانی (ح: 1705) اور دیگر کتب حدیث میں بہ کثرت احادیث ہیں۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں حتی کہ وہ اس بات کی شہادت دیں کہ ‘‘ "لاالہ الااللہ" اور یہ کہ محمد رسول اللہ" (مسلم، ‘‘ الایمان، الامر بقتال الناس حتی یقولوا: لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ، ح: 22)

اگرچہ مکمل کلمہ طیبہ کا ذکر بعض احادیث میں موجود ہے اگر بالفرض بعینہ مکمل کلمہ طیبہ کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ ملتا ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ میں جمع ہوتی ہے۔ اسی لیے بعض محدثین نے کتب حدیث میں تبویب لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ سے کی ہے۔ جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح مسلم کی اوپر ذکر کردہ حدیث پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی تبویب (باب قائم کرنے) سے ظاہر ہوتا ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں بعینہ "لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ ابو نعیم الاصبہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :

حدثنا ابو محمد بن حیان ثنا عبداللہ بن اسحاق بن یوسف ثنا ابی ثنا حفص بن عمر العدنی ثنا الحکم بن ابان عن عکرمۃ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ((من خالف دین اللہ من المسلمین فاقتلوہ ومن قال لا الہ الااللہ محمد رسول اللہ فلا سبیل لاحد علیہ الا اصاب حدا فانہ یقام علیہ"

(تاریخ اصبهان 261/1، ط۔ 1، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، اس کی سند میں حفص بن عمر العدنی ضعیف راوی ہے۔)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمانوں میں سے جو اللہ کے دین کی مخالفت کرے اسے قتل کر دو (کیونکہ مرتد کی سزا قتل ہے) اور جو شخص "لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" کہے اس کا مؤاخذہ کرنے کا کسی کو کوئی حق نہیں مگر جو کوئی ‘‘ حد کو پہنچنے والے جرم کا ارتکاب کرے گا اس پر حد قائم کی جائے گی۔‘‘

نیز اس حدیث کو دیوان النسائیؒ (667) میں اور تحفۃ الاشراف میں من قال۔۔ کے بیان میں دیکھا جا سکتا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید ورسالت کے اعلان کے طور پر عہد نبوی میں "لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" کے الفاظ استعمال ہوتے تھے۔ ([1] [1])

مزید برآں یہ مسئلہ عوام کی سطح کا نہیں تھا کس کا اپنی "علمیت" ظاہر کرنے کے لیے ڈھونگ رچا رکھا ہے۔ یہ خالص علمی بحث ہے جو کہ صرف لفظوں کی حد تک محدود ہے ورنہ کوئی مسلمان لاالہ الااللہ کا منکر ہے نہ محمد رسول اللہ کا۔ عوام تو اس بحث سے شاید یہی سمجھیں گے کہ مسلمانوں کا کلمہ ہی غلط ہے۔ جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہی بات اگر یہود ونصاریٰ کے ہاتھ لگ جائے تو شاید انہیں عورتوں کی امامت کے مسئلے کی طرح ایک اور موقع اپنی

"فقاہت" پھیلانے کا حاصل ہو جائے۔

باقی رہی یہ بات کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ گرامر کے اعتبار سے ہی درست نہیں، تو یہ بات بھی لاعلمی اور جہالت پر مبنی ہے کیونکہ لا الہ الا اللہ میں لفظ اللہ کسی طرح بھی محمد رسول اللہ کا مبدل منہ نہیں بنتا اور نہ محمد رسول اللہ لفظ اللہ کا بدل ہے۔ لا الہ الا اللہ الگ جملہ ہے اور محمد رسول اللہ دوسرا الگ جملہ اور دونوں جملوں میں الگ الگ چیزوں کا بیان ہے، پہلے جملے میں اللہ تعالیٰ کے الٰہ ہونے کا جبکہ دوسرے جملے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا بیان ہے۔ تعجب ہے کہ لوگ الٰہ اور رسول کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ اور نہ یہ بدل کا مفہوم ہی سمجھتے ہیں ورنہ غلط فہمی کا شکار نہ ہوتے۔ کلمہ طیبہ میں بدل کی اقسام بدل الکل، بدل البعض، بدل الاشتمال وغیرہ میں سے کوئی بھی قسم نہیں پائی جاتی۔

اگر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ گرامر کے اعتبار سے غلط ہوتا تو امام نووی رحمۃ اللہ علیہ جیسے (تہذیب الاسماء واللغات جیسی کتب کے مصنف) لغت کے ماہر صحیح مسلم میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ سے تبویب نہ کرتے جیسا کہ اوپر گزرا اور نہ حدیث میں ہی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے الفاظ اس طرح آتے۔

مزید برآں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ گرامر قرآن وحدیث پر حاکم نہیں ہے۔ اہل زبان کے استعمالات کا نام ہی تو گرامر ہے۔

عربی زبان اور قرآن وحدیث کے محاورات اور جملوں کو دیکھ کر ہی تو قواعدِ نحو (گرامر) وضع کیےگئے ہیں۔ گرامر کی صحیح حیثیت اور مقام ومرتبہ سے لاعلمی کی وجہ سے ہی بعض لوگ غلط فہمیاں پیدا کرتے رہتے ہیں۔ ایسی ہی حرکت جعلی قرآن فرقان الحق کے مصنف نے کی ہے۔ مسلمانوں میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کےلیے اس نے گرامر کی رُو سے قرآن کی "غلطیاں" نکالی ہیں۔ قاتلہ اللہ! جوکہ اس کی حماقت اور جہالت کا ثبوت ہے۔ اسے اتنی بھی خبر نہیں کہ اگر تو خود قرآن سے بنی ہے۔ اور قرآن کے نزول سے بہت بعد کی پیداوار ہے۔

---

[1] اسی طرح فوائد الحنائی للامام العدل ابی القاسم الحسین بن محمد الحنائی المتوفی 209ھ میں 154/1 پر، جس کی تخریج الامام الحافظ ابی محمد عبدالعزیز بن محمد النخشی المتوفی 456ھ نے کی ہے، یہی روایت موجود ہے اور انہوں نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ ہذا حدیث صحیح، نیز دیکھیں تاریخ دمشق 258/63، تفسیر طبری (31650) 254/10، ط: دار الحدیث القاهرة، 309/21 بتحقیق الدکتور عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی، کتاب الایمان (لابن مندة (200)، ص: 165 (ابوالحسن بشر احمد ربانی عفا اللہ عنہ

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ افکارِ اسلامی

توحید باری تعالیٰ، صفحہ: 38

محدث فتویٰ